عورتوں کا تراویح، جمعہ، عید اور اصلاحی پروگراموں (اجتماعات) میں فتنہ نہ
ہونے کے باعث جواز پر ایک تحقیقی فتویٰ

عورتوں کی
مقاماتِ مقدسہ پر حاضری

از قلم
استاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ

مُسلم کتابوی لاہور

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

بھلائیوں کی طرف دوڑو (المائدہ آیت ۴۸)

عورتوں کا تراویح، جمعہ، عید اور اصلاحی پروگراموں (اجتماعات) میں فتنہ نہ ہونے کے باعث جواز پر ایک تحقیقی فتویٰ

عورتوں کی مقاماتِ مقدسہ پر حاضری

قرآن و حدیث اور فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عورتوں کا مقاماتِ خیر کی طرف باپردہ اور شرائطِ پردہ کو بروئے کار لاتے ہوئے جواز پر ایک تحقیقی فتویٰ

از قلم

استاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ لاہور

مسلم کتابوی لاہور

نام کتاب : عورتوں کی مقامات مقدسہ پر حاضری

مصنف : حافظ ضمیر احمد مرتضائی

ناشر : مسلم کتابوی

دربار مارکیٹ اُردو بازار لاہور

کمپوزنگ : عبدالرحمٰن انور (0312-4856024)

طبع اول :

تعداد : گیارہ صد

صفحات :

قیمت :

انتساب

حضور شیخ المشائخ محقق ومدقق، مناظر اسلام، امام العاشقین، برہان الواصلین

حضرت خواجۂ عالم

پیر غلام مرتضیٰ فنافی الرسولؒ

اوران کے لختِ جگر، نورِ نظر، حامل علم لدنی، مادر زادولی اللہ، مردِ حق، مناظرِ اسلام

شیخ الفقہاء والمحدثین استاذ العلماء

فضیلۃ الشیخ حضرت خواجۂ عالم

پیر نور محمد مرتضائی فنافی الرسولؒ

اوران کے خلف الرشید، شاگرد حمید، علوم مرتضائیہ کے امین پروردۂ آغوشِ ولایت

حضور فضیلۃ الشیخ قبلۂ جہاں حضرت علامہ ومولانا

میاں نذیر احمد نقشبندی مرتضائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کی نظرِ عنایت اور فیضانِ کامل سے اس ادنیٰ خاکسار کو

دین متین کی خدمت کا موقع میسر آیا

(والحمدللہ علی ذلک)

اهداء

بندہ اس کاوش کو اپنے والدین اور تمام اساتذہ کے لیے ھدیۃ تبریک پیش کرتا ہے۔

خصوصاً

استاذ العلماء فقیہ کبیر شیخ الفقہ والحدیث مرجع الفضلاء فخر المدرسین

حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی** حفظہ اللہ تعالیٰ دامت برکاتہم العالیہ

صدر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

اور

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حافظ الملۃ والدین

حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقط

حافظ ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله الذی خلق الانسان من نفس واحدة و کلف الذکر و الأنثی کرها ومادحة والصلوة والسلام علی من کان نبیا فی الأرواح والماهدة وعلی اٰله وأصحابه القائمین علی الأصل والقاعدة أمابعد!

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السمٰوت والارض أعدت للمتقین. (آل عمران: ۱۳۳)

''اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب زمین و آسمان آجائیں پرہیز گاروں کے لیے تیار رکھی ہے۔''

شریعت اسلامیہ انسان کی معاشی، معاشرتی اور سیاسی تمام حوالے سے راہنمائی کرتی ہے۔ عورتوں کے لیے رشد و ہدایت کا مینج اسی طرح بچھایا گیا ہے جس طرح مردوں کے لیے راہِ علم و عرفان کو مزین کیا گیا، فطری خلقت میں نمایاں فرق کے پیش نظر دینِ فطرت (اسلام) میں احکاماتِ شرع جداگانہ حیثیت کے حامل ہو گئے۔

مذہب اسلام نہ تو عورت کو کھلے بندھن نیم عریاں لباس میں سر بازار محو رقص و گردش ہونے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی قید و بند کی ہندوانہ رسوم کے پیش نظر ساتھ مرنے پر مجبور کرتا ہے۔ بلکہ آزادئ فکر میں پردۂ حیا کی اوڑھ ماں، بیوی، بیٹی یا بہن کے رشتوں کے علاوہ عورت کو دائرہ شرم میں دیکھنے کی تربیت کرتا ہے، ہر دور میں

عورت کا اسی شرم وحیاء کے لباس میں مزین ہوکر ضروریاتِ زندگی کو ادا کرنا اسلام کے مخالف ہے نہ رہا اور یہ ایسی درمیانی راہ ہے جس پر کسی وقت بھی عمل کرنے سے رکاوٹ نہیں آسکتی، بیشک یہ ہمارے مذہب اسلام کی خصوصیت ہے۔

تاہم عورتوں کا مردوں کی طرح مقام عبادات میں آنا ضروری نہیں لیکن فتنہ سے پاک مجالس وعظ وذکر میں آنے کی رخصت عورتوں کے لیے موجود ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے لکھنا پڑھنا بھی اسی علت کے لحاظ سے ہے فتنہ کا وجود ہوتو ناجائز نہ ہوتو جائز، یہاں ایک بات نہایت قابل توجہ ہے کہ بے پردہ عورتوں پر مردوں کی نظر پڑ جائے اوران مقامات میں مردوں کو جانا بھی ضروری ہوتو بے پردہ عورتوں پرنظر پڑنے میں رخصت ہے لیکن پھر بھی نظر کو محفوظ کرنے کی کوشش کرے اور اس وقت بے احتیاطی کے باعث عورت گنہگار ہوگی اور کالحر بیین والا معاملہ بن جائے گا۔

لیکن اگر عورت بے پردہ ہو اور مرد کو اس طرف جانا ضروری نہ ہوتو صرف عورت کی بے پردگی کی وجہ سے عورت کو کالحر بیین کہہ کر نظر کو ان سے آلودہ کرنا جائز نہیں یقیناً شیخ ابوجعفر ہندوانی کی عبارت کا یہی محمل ہے۔ نظر ڈالنے والوں پر بھی بڑا تعجب ہے کہ وہ نظر سے عورت کا کچھ حصہ اتار کر اپنے پاس نہیں رکھ لیتے اور بے پردہ عورت بازار میں اپنا بناؤ سنگار ظاہر کر کے کون سا حسن کی دنیا میں لیبل لگا لیتی ہے۔ صرف حماقت ہے اور شیطان کی طرف سے آنکھوں پر پردہ ہے۔ جب بے پردہ اور خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہے اور شیطان اس کو جھانکتا ہے اور اس پر لعنت برستی ہے۔ کبھی سوچا ہے کیوں برستی ہے؟ جھانکنے والے اور لعنت کا سبب بننے والے حضرات کون سے ہیں؟ تو یقیناً سمجھ آجائے گی کہ بے پردہ عورتوں کو دیکھنے والا شیطان اور موجب لعنت

بن رہا ہے۔ بہر کیف عورتوں کی اصلاح گھروں میں رکھے گئے ٹی وی کیبل اور انٹرنیٹ سے ممکن نہیں بلکہ مجالس وعظ و ذکر جو فتنہ سے خالی ہوں کے ذریعے ممکن ہے عورتوں کا شرائط پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے تراویح، جمعہ اور دیگر اسلامی پروگراموں میں نکلنا جائز اور باعث ثواب ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ ناچیز کی اس کاوش کو نظر خیر سے قبول ہونے والا بنائے اور مسلمانوں کی بہن بیٹیوں کے لیے اسلامی راہیں ہموار کرنے کی کوشش عطا فرمائے۔ **آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیہ والثناء**

دار الافتاء جامعہ نعیمیہ

علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور، پاکستان۔

کمپیوٹر نمبر: 10739/15 daruliftajamianaeemia@gmail.com تاریخ: 11/11/15

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے قریب ایک گاؤں فتو والا جڑانوالہ روڈ نزد شرقپور شریف میں ایک مسجد میں تراویح کی نماز کے لیے گاؤں کی پارسا عورتیں حجرۂ مسجد میں آتی ہیں ان کی آمد و رفت کا راستہ بھی جدا ہے اور چند قابلِ اعتماد افراد کی احتیاطاً راستوں میں ڈیوٹیاں بھی لگا دی گئی ہیں اور کچھ عورتیں نمازی مردوں کی بیویاں یا بیٹیاں ہوتی ہیں پھر اگر ان عورتوں کو آنے سے روک دیا جائے تو ان کا رخ دوسرے عقائد کے لوگوں کی طرف ہو جائے گا اسی طرح کئی ایک عورتیں نماز جمعہ وعید کے لیے اسی حجرۂ مسجد میں آتی ہیں۔ اور آئندہ وہاں کے باشندگان کا ارادہ بچیوں کیلئے ایک ادارہ بنانے کا بھی ہے جس میں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاسکے۔ برائے مہربانی آپ قرآن وحدیث کے مطابق ہماری رہنمائی فرمادیں کہ گزشتہ امور جائز ہیں یا نہیں؟ نیز یہ وہی عورتیں ہین جو بازاروں میں خرید وفروخت اور باہر کھیتوں میں کام کیلئے بھی نکلتی ہیں اس حوالہ سے شرعی رہنمائی فرمائیں۔

سائل: حافظ محمد وقاص نقشبندی مرتضائی

مدرس جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف، ضلع شیخوپورہ 0346-4719761

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ کے بارے حکم شرع جاننے سے قبل چند امور قابل لحاظ ہیں۔

(۱) جب کوئی حکم کسی علت سے معلول ہو تو علت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حکم نہیں پایا جائے گا۔

(۲) عام مخصوص البعض کے بعد دلیل ظنی سے تخصیص جائز ہوتی ہے۔

(i- توضیح تلویح ص ۱۲۲ امیر محمد کتب خانہ کراچی،

ii- معدن الاصول ص ۵۸ مکتبہ حبیبیہ قصہ خوانی بازار پشاور)

(۳) شرعی ضرورت یا مصلحتِ عرف کے باعث کسی مسئلہ میں تغیرِ زمان کی وجہ سے تبدیلی ہو سکتی ہے (خواہ جواز میں ہو یا عدم جواز میں ہو۔)

(شرح عقود رسم المفتی ص ۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) کئی ایک مختلف روایات میں اگر جمع و تطبیق ممکن ہو تو تطبیق دینا ضروری ہے اگر چہ بعض محدثین نے انہیں متعارض قرار دیا ہو یا انہیں ناسخ و منسوخ میں داخل کیا ہو بہتر راہ ان میں تطبیق دینا ہے۔

(i- البنایہ فی شرح الهدایہ ج ۱، ص ۳۴۰، ۳۸۴ مطبوعہ حقانیہ ملتان،

ii- الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح ص ۲۷۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشید، الریاض)

(۵) مجتہد فیہ مسئلہ میں ترجیح کا معیار قوتِ دلیل پر ہوتا ہے محض قول فقیہ اس میں حجت نہیں ہوتا۔ نیز اہل اجتہاد و نظر کے سامنے حدیث صحیح خلاف مذہب ہو تو عمل حدیث پر کیا جائے گا اور اس سے مقلد تقلید سے خارج نہ ہو گا بلکہ یہ اس کے امام کا مذہب ہو گا۔

(شرح عقود رسم المفتی ص ۱۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۶) ایمان کی بربادی کا فتنہ، فتنۂ عمل سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

(۷) عبادات ومجالسِ خیر میں اگر مرد وزن کے اختلاط کا شائبہ ہو یا غیر محارم پر خوشبو زیب وزینت کا اظہار ہو تو عورت کیلئے گھر سے نکلنا مکروہ تحریمی ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو نکلنا جائز ہے۔ سو مواضع ممانعت کا حکم مواضع اباحت واستحباب پر نہیں لگایا جائے گا۔

(۸) ضرورتِ شرعی یا تغیر زمان کی وجہ سے امام صاحب کی مخالفت مقلد کو مذہب سے نہیں نکالتی بلکہ وہ صاحب مذہب کے منشا پر ہے اور وہ امام کا قول ضروری ہے۔
(شرح عقود رسم المفتی ص ۱۸، ۱۹، ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۹) جب تک عرف خلاف شرع نہ ہو قابل عمل رہتا ہے سو مفتی، شرعی جج اور مجتہد کے لیے لوگوں کے احوال کی معرفت ضروری ہے اسی واسطے علماء ومشائخ نے فرمایا **من جهل باهل زمانه فهو جاهل** ”جو اپنے زمانے والوں سے جاہل رہا وہ (مسائل میں بھی) جاہل ہے۔“ (شرح عقود رسم المفتی ص ۳۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۰) جب کسی امر کے لیے رخصت ثابت ہو جائے تو اس کے لیے ضرر لاحق نہیں ہوتا۔ ان تمہیدی کلمات کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ عورتوں کا گھر سے نکل کر مسجد ومقامات مبارکہ کی طرف جانا ”علتِ فتنہ“ سے معلول ہے، عبادات ومجالسِ خیر میں اگر مرد وزن کے اختلاط کا شائبہ ہے مثلاً مردوں کا صفوں میں آگے ہونا اور عورتوں کی صفوں کا پیچھے ہونے سے زیب زینت کا اظہار ہو یا مزارات کی حاضری کیلئے عورتوں کا زیب وزینت اور خوشبو ظاہر کرنا ہو تو عورتوں کا گھر سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر عورتوں کیلئے الگ انتظام ہو جہاں خوف فتنہ اور خوف فساد کی علت مفقود ہو تو اس وقت ان کا نکلنا جائز ہے۔ سو آج کے اس پرفتن دور میں عورتوں کے لیے مجالس وعظ وذکر اور مدارس للبنات کا قیام ضرورت شرعی ہے یہاں شرائط پردہ کا پابند رہنا ضروری ہے مزارات پر عموماً یہ انتظام بہت کم ہے اس واسطے وہاں عورتوں کی

حاضری کیلئے حکم عام یہی ہے کہ ان کا مزارات پر جانا جائز نہیں البتہ جہاں شرائط پردہ کی پابندی ہو مثلاً دربار پر انوار حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ فنافی الرسول رضی اللہ عنہ عثمان گنج برلب لائن ریلوے نزد لاری اڈا، لاہور عرس کے موقعہ پر مرد و عورت کے سلام کے اوقات الگ الگ ہیں، عورتوں کے سلام کے اوقات میں سفید کپڑا لٹکا دیا جاتا ہے اگر میاں بیوی بھی دروازہ سے داخل ہوں تو اس قدر سختی ہوتی ہے کہ عورتیں مردوں سے جدا جگہ پر جائیں گی جہاں انتظام کرنے والی بھی عورتیں ہوں گی مردوں کی طرف مرد منتظم اور عورتوں کی طرف عورتیں انتظام کرنے والی ہیں کھانا لنگر انہیں اپنے اپنے مقامات کی طرف ملتا ہے دربار شریف کے دروازہ کے باہر سیکورٹی سخت ہوتی ہے جو کسی مرد کو احاطہء دربار شریف میں کھڑے نہیں ہونے دیتے اور انتظام کرنے والے مرد و عورت کے درمیان ضعیف العمر حضرات یا انہی کے محارم افراد کو تعینات کیا جاتا ہے۔ علماء کرام کے وعظ ہوتے ہیں اور نمازوں کو پابندی کے ساتھ باجماعت ادا کیا جاتا ہے اور نماز عشاء کے بعد حلقہء ذکر و نعت میں وجد و حال کا پر کیف منظر ہوتا ہے اور سجادہ نشین تا حال لائن میں لگ کر جوتا لیتے ہیں اور حاضری دینے والوں کے ساتھ بیٹھ کر لنگر کھاتے ہیں۔ ایسے مزارات بہت کم ہیں سو یہاں مفقود علت کے باعث عورت کیلئے نکلنا جائز ہے۔ خیال رہے نادر الوجود وجود ضروری ہوتا ہے اور اس کے لیے حکم نُدرت باقی رہتا ہے ہاں حکم نُدرت حکمِ عام کے مقابلہ میں کالمعدوم ہوتا ہے۔ اب اس بے حیائی کے طوفان بدتمیزی میں جہاں ٹی وی، کیبل، انٹرنیٹ اور دیگر سوشل میڈیا نے نوجوان نسل کو برباد کر دیا ہے گھر ہو یا پارک محلّہ ہو یا بازار حتیٰ کہ تعلیم کے نام پر بنائے ہوئے ادارے سکولز، کالجز، یونیورسٹیاں اور اکیڈیمز سب ہی اس فتنے کی لپیٹ میں ہیں جس طرح ان اداروں کا تعلیمی نظام غیروں کے اشاروں پر چل رہا ہے اسی طرح ان اداروں میں دی جانے والی فکر بھی ان کی طرف سے ہے۔

اب یہ بات بھی سمجھ آرہی ہے کہ ہر آنے والا دور پہلے سے برا ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لایأتی علیکم زمان الّا الذی بعده شرٌ منه حتی تلقوا ربکم'' ''جو سال بھی آئے گا اس کے بعد والا اس سے برا ہی ہوگا حتی کہ تم مرجاؤ۔''

(صحیح بخاری، کتاب الفتن باب لایأتی الزمان الخ ج ۲، ص ۱۰۴۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا بابرکت زمانہ جہاں گھر اور باہر اسلام ہی اسلام تھا۔ اس وقت عورتوں کو گھروں سے نکل کر مساجد میں آنے کی رخصت ہوتی تھی۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: ''کن نسآء المومنات یشهدن مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واٰله وسلم صلوٰة الفجر متلفعات بمروطهن ثم ینقلبن الی بیوتهن حین یقضین الصلوٰة لا یعرفهن احد من الغلس'' ''مومنہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پڑھنے کے لیے چادروں میں لپٹ کر آتی تھیں پھر نماز سے فارغ ہوکر اپنے گھروں کو واپس جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے (نگاہ پڑنے کے باعث) کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔''

(i- صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰة باب وقت الفجر ج ۱، ص ۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ii- صحیح المسلم کتاب المساجد، باب استحباب التکبیر بالصبح الخ ج ۱، ص ۲۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح عورتوں کو مجالسِ وعظ وخیر اور جمعہ وعید میں آنے کی رخصت تھی۔ چنانچہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت سے ہے آپ فرماتی ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر جوان، پردہ نشین اور حائضہ عورتیں ساتھ لے جایا کریں البتہ حائضہ عورتیں عیدگاہ سے دور رہیں لیکن وہ (مجامع خیر میں) کارِخیر کے اندر اور مسلمانوں کی دعا میں شامل رہیں (حضرت ام عطیہ کہتی ہیں) میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے کسی عورت کے چادر نہیں

ہوتی آپ نے ارشادفرمایا چاہیے کہ اس کی بہن اس کو اپنی چادر اوڑھا دے۔''
(صحیح المسلم کتاب العیدین، فصل فی اخراج العواتق الخ، ج ا ص ۲۹۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر اجازت اس قدر عام فرمادی گئی کہ عورتیں مساجد میں آنے کی اجازت لیں تو انہیں روکا نہ جائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ہیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اذا استأذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها** (جب تم میں سے کسی ایک کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو وہ اسے منع نہ کرے)۔
(صحیح المسلم کتاب الصلوۃ، باب خروج النساء الی المساجد، ج ا ص ۱۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور بخاری شریف کی روایت میں **باللیل الی المساجد** کے الفاظ ہیں۔ یعنی رات کے وقت اگر مساجد کی طرف اجازت مانگیں تو اجازت دے دو۔
(صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس، ج ا ص ۱۱۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف کی یہ روایت حضرت عبیداللہ بن موسیٰ سے ہے اس کتاب کے آخر میں جناب مسدد سے دوسرے طریق سے مطلقاً اجازت مانگنے پر اجازت دے دینے کے بارے روایت ہے۔ چناچہ مروی ہے **اذا استأذنت احدکم امرأة فلا یمنعها** جب تم میں سے کسی ایک کی بیوی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے۔
(صحیح البخاری کتاب الاذان باب استیذان المرأۃ الخ، ج ا ص ۱۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث شریف تحت علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔ اگر تو اعترض کرے کہ ترجمۃ الباب خروج الی المسجد کے ساتھ مقید ہے اور حدیث شریف مطلق ہے؟ علامہ کرمانی (شافعی) نے کہا یا تو اس کو قریب گزرنے والی حدیث سابق کی وجہ سے مقید کر دے یا یہ کہ جب علی الاطلاق نکلنا جائز ہے تو مقام عبادت کی طرف نکلنا بطریق اولی جائز ہے میں (بدرالدین عینی حنفی) کہتا ہوں گزشتہ حدیث وہ جس کا باب خروج الی المساجد باللیل

میں ذکر ہوا امام بخاری علیہ الرحمہ نے اسے عبید اللہ بن موسیٰ کے طریق سے وہ حنظلہ سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ ابن عمر سے وہ نبی مکرم علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد کی طرف نکلنے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو اور اس جگہ (یعنی جو باب کے حوالے سے حدیث چل رہی ہے) امام بخاری نے اسے مسدد سے علی وجہ الاطلاق روایت کیا ہے اور یہ اس کا معنیٰ عموم ہے اور اس اجازت کے معنی میں عید اور میت کے قبر کی زیارت کی طرف نکلنا ہے اور جب عورت پر کوئی حق لازم ہو تو مردوں کے لیے عورتوں کے (اچھا) نکلنے کی طرف اجازت دینا ثابت ہے تو حقوق کی ادائیگی میں جو عورتوں پر فرض ہیں کیلیے نکلنا یا کام کی طرف نکلنے کے مستحب ہونے کی صورت میں بطریق اولیٰ اجازت دینا بنے گی جیسا کہ عورتوں کو اس گواہی کے لیے نکلنا جوان عورتوں کی طرف سے ہو اور فرض حج کی ادائیگی کے لیے اور اس جیسے دیگر فرائض کے لیے یا اپنے ماں باپ اور ذی محرم رشتہ دار کی زیارت و ملاقات کے لیے نکلنا۔ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ حقیقت حال کو جانتا ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹنا اور انجام ہے۔"

(عمدۃ القاری شرح البخاری، کتاب الاذان، باب استیذ ان المرأۃ الخ ج ۶ ص ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اسی طرح کی ایک اور روایت ہے۔

"لاتمنعوا اماء الله مساجد الله"، "اللہ تعالی کی مسجدوں سے اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو نہ روکو۔"

(صحیح المسلم، کتاب الصلوۃ باب خروج النساء الی المساجد الخ ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنے زمانہ اقدس میں ہی وجہ ممانعت ارشاد فرما دی چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت زینب سے روایت ہے۔ آپ فرماتی ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا شھدت

احداکن المسجد فلا تمس طیبا ''،'' جب تم میں سے کوئی مسجد میں حاضر ہو تو وہ خوشبو نہ لگائے۔

(صحیح المسلم، کتاب الصلوۃ باب خروج النساء الی المساجد الخ ج۱،ص ۱۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ابوموسیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جب عورت خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس سے گزرے تو کہ وہ مرد اس عورت کی خوشبو پالیں تو ایسی ایسی ہے (یعنی زانیہ) سخت بات اس بارے ارشاد فرمائی۔''

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ایسی عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جو اس مسجد کے لیے خوشبو لگائے حتی کہ وہ واپس لوٹے اور غسل جنابت کی طرح غسل کرے۔ (ابوداؤد، کتاب الترجل، باب فی طیب المرأۃ للخروج، ج۲،ص ۲۲۲ مطبوعہ حقانیہ ملتان)

یہ بات بھی مسلم ہے کہ اس دور میں جس طرح عورت کا مسجد میں آنا جانا تھا اسی طرح گھر میں نماز ادا کرنا بھی جائز تھا بلکہ بہتر تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لا تمنعوا نساء کم المساجد و بیتھن خیر لھن ''،'' تم اپنی عورتوں کو مسجد سے مت روکو اور ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔

(ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی خروج النساء الی المساجد، ج۲،ص ۹۱ مطبوعہ حقانیہ ملتان)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ ''صلوٰۃ المرأۃ فی بیتھا أفضل من صلوتھا فی حجرتھا و صلوتھا فی مُخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا ''،'' عورت کی نماز اپنے گھر میں ادا کرنا اس کے صحن میں ادا کرنے سے بہتر ہے اور اس کی نماز اندر والے کمرہ میں ادا کرنا باقی گھر میں ادا کرنے سے

بہتر ہے۔(ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی خروج النساء الی المساجد، ج ۲، ص ۹۱ مطبوعہ حقانیہ ملتان)

خیال رہے کہ کسی شئ کی خیریت دوسرے امر کی نفی نہیں کرتی۔ ورنہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں دوسرے امر کی نفی ہوتی۔ حالانکہ اس میں خیریت کے مقابلہ میں عورتوں کیلئے مساجد میں جانے سے روکنے کی ممانعت پر صراحت ہے۔اسی واسطے علامہ ابن ھمام نے اس روایت سے عورتوں کی جماعت کے منسوخ ہونے کی کمزور قرار دیتے ہوئے فرمایا: ولا یخفی مافیہ کیونکہ افضلیت سے دوسرے امر کی نفی لازم نہیں آتی (تامل ۱۲) مذکورہ بالا احادیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ بات سمجھ آگئی کہ نبی مکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں عورتوں کو مساجد میں آنے کی رخصت ہوتی تھی۔ پھر آپ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں وجہ ممانعت بیان فرمادی کہ خوشبو لگا کر اور زینت ظاہر کرتے ہوئے نہ آئے۔ جس کا واضح مطلب ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں یہ زیب وزینت موجود تھی لیکن سرعام ظاہر نہ ہوتی تھی آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے دنیا سے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد یہ زیب وزینت اور خوشبو ظاہر ہونے لگی۔ جیسے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں۔"لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماأحدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل"،" اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ (زیب وزینت خوبصورت کپڑے، خوشبو وغیرہ) جو عورتوں نے آپ کے بعد ایجاد کیا ملاحظہ فرماتے تو آپ انہیں (مسجد کی طرف نکلنے سے) ضرور منع فرمادیتے جس طرح بنی اسرئیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔

(i- صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد الخ، ج ۱، ص ۱۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی،
ii- صحیح المسلم کتاب الصلوۃ، باب خروج النساء الی المساجد، ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث شریف کے تحت امام نووی شافعی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔ ''یعنی من الزینة والطیب و حسن الثیاب و نحوھا ''، '' (یعنی وہ زینت، خوشبو، اچھے کپڑے اور اس جیسی دیگر اشیاء۔

(صحیح المسلم کتاب الصلوة، باب خروج النساء الی المساجد، ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے تحت علامہ بابدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ''ما أحدث النساء أی ما أحدثت من الزینة والطیب و حسن الثیاب و نحوھا ''، '' یعنی جو زینت، خوشبو، اچھے کپڑے، اور دیگر خوبصورتی کی اشیاء عورتوں نے ایجاد کیں۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری، کتاب الاذان باب انتظار الناس قیام الامام العالم، ج ٦ ص ۲۲۷، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

سو معلوم ہوا وجہ ممانعت فتنہ ہے جہاں فتنہ کا خوف ہو ہمارے احناف کے نزدیک وہاں مسجد میں آکر عورتوں کا نماز پڑھنا ممنوع ہے چونکہ اس وقت مرد عورتوں کے صفوف میں اظہار زینت کے باعث اختلاط کا شائبہ تھا اس واسطے خوف فتنہ کے باعث اس نکلنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا گیا اب جب کہ عورتوں کے لیے علیحدہ حجروں کی تعمیرات ہوگئیں تو مسجد میں نماز پڑھنا نہ رہا اب وہی شرط باقی رہ گئی جس کا حدیث شریف میں اشارہ دیا گیا۔ اور بندہ کی فکر قاصر میں کھٹکتا ہے کہ علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ نے علامہ کرمانی شافعی علیہ الرحمہ کی اس مقام پر تفصیلی گفتگو نقل فرمائی اور نتیجہ یہ نکالا کہ عورت کے لیے خوف فتنہ و فساد کے باعث نکلنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ احادیث میں منع طیب و تزین سے اسی علت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کا رد و تعرض نہیں فرمایا حالانکہ اس سے کچھ پہلے ائمہ کے اقوال منع خروج میں نقل فرمائے، تو اس میں اگر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اقوال ائمہ مطلقا منع خروج میں وارد نہیں بلکہ منع خروج الی المساجد میں وارد ہیں اور وہاں اختلاط مرد و زن کا

شائبہ اظہار طبیب و زینت سے ہو سکتا تھا۔ اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب التمہید میں اپنی سند کے روایت کیا کہ اے لوگوں اپنی عورتوں کو زینت کے لباس سے اور مسجد میں خوشبو لگا کر آنے سے روکو کیونکہ بنی اسرائیل برباد نہ ہوئے حتیٰ کہ ان کی عورتوں نے لباس زینت پہنا اور مسجد میں خوشبو لگائی۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج ۳، ص ۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اور مساجد میں اس وقت مرد و زن کے اختلاط کا شائبہ ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے تمہید نمبر ۲ میں بیان کیا، سو علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ جیسی شخصیت جن کا عمدۃ القاری کو لکھنے کا التزام ہی دیگر مذاہب کا رد اور مذہب حنفی کا اثبات تھا تو ان کا اس مقام بیان میں سکوت خود بیان کی دلیل ہے۔ آج عورتوں کو اگر اختلاط کا شائبہ نہ ہو تو عورتوں کے لیے گھر سے نکلنا شرائط پردہ کے ساتھ جائز ہے۔ یہ سب کچھ اس وقت تک تھا جب تک گھروں میں اسلام کی دولت موجود تھی آج جب کہ فتنہ نے عروج پکڑ لیا ہے گھروں، کالجز، یونیورسٹیز، اسکولز اور اکیڈیمز میں بے پردگی اور فتنہ عروج پر ہے اب ان نام کے تعلیمی اداروں سے عورت پڑھ کر گھر آتی ہے تو ٹی وی، کیبل، انٹرنیٹ، موبائل فون اور دیگر سوشل میڈیا کا فتنہ سے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے گلی بازاروں میں عورتوں کا اس قدر رش ہوتا ہے کہ خیال آتا ہے کہ شائد اب گھروں سے مروں کے لیے نکلنا ناجائز ہو نیم عریاں لباس نگاہ شرم کو شرمسار کر دیتا ہے جب برائی اور بے حیائی اس قدر طواف انسان ہو چکی ہو کہ رسم زندگانی پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہو تو ایسے میں فحاشی کے سمندر میں چاک عزت کی تلاطم خیز موجوں سے ٹکرانے کے لیے کوئی دفاعی آڑیں قائم کرنا ضروری بنتا ہے اور حق بنتا ہے کہ اس وقت مقصد شریعت سمجھا جائے لکیر کا فقیر نہ بنا جائے بلکہ مقصدِ راہ کا راہی بنا جائے سو اب ضرورت شرعی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان عورتوں کے لیے ایسا اسلامی ماحول قائم کیا جائے جس کے

ذریعے ان فتنوں سے کس طرح بچا جا سکے۔اس بات کے پیش نظر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی بدایوانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:''ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لیے تھا جب عورتوں کو مسجد میں حاضری کی اجازت تھی عہد فاروقی سے اس کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ عورتوں میں فساد بہت آ گیا اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجد میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں، بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں، مسجد میں آ کر کچھ دین کے احکام سن لیں گی عہد فاروقی میں عورتوں کو مطلقا گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی۔''

(مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۲،ص۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

سو واضح ہوا کہ ممانعت امر عارض کی وجہ سے تھی اور وجود فتنہ اس کی علت تھی جب علت مفقود ہو گئی تو حکم ممانعت بھی جاتا رہا بلکہ اب انہیں مجالس وعظ و خیر کی طرف لانا ضروری ہے تاکہ پیدا شدہ فتنہ کا کچھ مداوا ہو جائے اور واقعاتِ وعید سے کچھ عبرت آ جائے اس بات کی طرف حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:''کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا و تذکر الآخرۃ''،''(میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا سو اب زیارت کر لیا کرو کیونکہ یہ زیارت دنیا میں بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی زیارۃ القبور الخ ص۱۱۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اب اس اجازت میں جس طرح مرد داخل ہیں اسی طرح عورتیں بھی داخل ہیں لیکن اگر بے پردگی اور فتنہ کے بڑھنے کا خوف ہو اور مزاروں پر ملاقاتیں رکھ لی جائیں تو ایسے قبرستان و دربار پر جانا عورتوں کے لیے حرام ہے اور باعث لعنت ہے۔اسی کے بارے میں ارشاد ہوا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''لعن اللّٰہ زوارات القبور''،''اللہ تعالی بہت زیادہ قبروں کی

زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرماتا ہے۔

(ترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراہیۃ زیارۃ القبور للنساء، ج۱، ص۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان)

سو تمام پہلو کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ عیاں ہوا کہ آج وجود فتنہ کا خاتمہ کرنے کے لیے ایسا قدم اٹھانا ضروری ہے جس سے واقعۃً فتنہ کا خاتمہ ہو اور مزید فتنہ کا وجود نہ ہو اور اس وقت ہماری معاون احادیث وہ ہوں گی جو عورتوں کی مساجد کی طرف نکلنے کی رخصت پر دلالت کرتی ہیں بیشک حدیث صحیح ہی ہمارے امام کا مذہب ہے اور وہ علت چونکہ اٹھ گئی جس کی بنیاد پر حکم ممانعت وارد کیا گیا تھا بلکہ وہ معاملہ ہی آج بدل گیا۔ ایک وقت تک یہ بات چلتی رہی کہ عورتیں دن کے وقت نہ آئیں رات کو آجائیں'' علامہ ابن ہمام نے اس پر کہا کہ ہمارے زمانے میں فساق رات کو سرگرداں ہوتے ہیں لہذا رات کو نہ آئیں اسی طرح بوڑھیاں آجائیں جوان نہ آئیں پھر متاخرین نے سب کے بارے میں منع کا حکم لگا دیا۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج۳، ص۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

سو معلوم ہوا کہ اصل معیار وجود فتنہ کا ہے اب موجودہ دور میں فتنوں کے ٹھکانے علیحدہ بنے ہوئے ہیں۔ نائٹ کلبز، ہوٹلز، تفریح گاہیں کالجز، یونیورسٹیز ایسے نام نہاد تعلیمی ادارے اور سینما گھر وغیرہ میں فساق منڈلاتے نظر آئیں گے اور آج جو عورت مسجد و مدارس للبنات کا رخ کرتی ہے وہ مذکورہ فتنوں سے کافی حد تک بچنے میں کامیاب ہے، ہم پھر گذارش کرتے ہیں کہ مساجد میں مرد وزن کے اختلاط کے شائبہ کے باعث عورتوں کو مساجد کی طرف نکلنے کا اس وقت منع کیا گیا جب گھر میں کیبل ٹی وی، انٹرنیٹ اور موبائل فون ایسے فتنے پیدا کرنے کے ذرائع موجود نہ تھے۔ اب مساجد کے حجرہ میں عورتوں کے لیے آنے کا علیحدہ انتظام ہے سو اختلاط مرد وزن کا شائبہ تو ختم ہو گیا آج جس طرح مساجد کی آنے سے عورتوں کو ان فتنوں سے بچایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ان کی اس حوالے سے ذہنی اور فکری تربیت کرنے

کے لیے الگ مجالس و وعظ و ذکر اور مدارس للبنات کا قیام بھی قابل فضیلت شئ ہے تاکہ عمل بھی محفوظ رہے اور ایمان بھی محفوظ رہے اگر بالفرض چند افراد سے کچھ عملی خرابی آتی بھی ہے تو وہ شاذ و نادر کے حکم میں ہے جس کے لیے حکم عمومی کو رد نہیں کیا جا سکتا نیز ایمان کی بربادی کا فتنہ، عمل کے فتنہ سے بدر جہا بڑھ کر ہے۔ روایات جواز الی المساجد والمقابر کا محمل اگر عدم فتنہ نہ ہو بلکہ ام المؤمنین کی روایت ممانعت سے مطلقاً تمام روایات کو منسوخ سمجھا جائے تو یہ درست نہیں کہ ام المؤمنین کی رائے مبارکہ کو ہم ناسخ اور منصوص روایاتِ جواز کو منسوخ سمجھ لیں حالانکہ محدثین کنتم نہیتکم الخ حدیث مبارک کو ایسے ناسخ کی مثال میں ذکر فرماتے ہیں جو خود شارع علیہ السلام کی طرف سے ہے۔

سو واضح ہوا کہ یہ ناسخ نہیں بلکہ رخصت کا محل عدم فتنہ ہے جس کے بعد کسی اور قید سے ہنر نہیں دیا جا سکتا اور ام المؤمنین کا فرمان وجود فتنہ پر محمول ہے اور آپ کے دور اقدس میں وجود فتنہ گھروں سے باہر نکل کر مردوں کے سامنے زیب و زینت اور خوشبو و عمدہ کپڑوں میں ملبوس ہو کر ظاہر ہونے میں تھا اور آج اس کے مواقع بہت عام ہیں اور ہمارے پاس اس کو ختم کرنے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ یہ ہے اس فتنہ انگیز ماحول کی آلودہ عورتیں پرنٹ اور سوشل میڈیا پر ببانگ دہل خود کو کامیاب، ستھریاں اور اپنے شعبے کو عنداللہ باعث عزت سمجھتی ہیں حتی کہ گانے بجانے والیاں ڈرامے اور فلموں میں کام کرنے والی فاحشہ عورتیں نیم عریاں لباس میں اکثر غیر محارم کے ساتھ بوس کنار مست بڑے طمطراق سے اپنی قابلیت پر اور ذلیل حرکت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہی ہوتی ہے کہ ''اللہ کا شکر اس نے مجھے فلاں ڈرامہ / فلم میں بہت عزت بخشی،، حالانکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا۔ جب نظریات و فکر اس ذلیل ترین نہج پر پہنچ جائیں اور علمائے اسلام کے خلاف فرقہ واریت پیدا کر کے بین الاقوامی سازشیں کی جا رہی ہوں تو کیا علمائے اسلام پر ان نجاست سے لتھڑی ہوئی فکروں کو

دھونے کا کوئی ذریعہ ہے یا ''ہمیں کیا لگے'' کے ڈگر پر چلنا پسند فرمایا جائے؟

اور یہ بات مسلم ہے کہ عورت دوسری عورت کی بات جلدی قبول کرتی ہے تو اس معاشرے کے عرف سے جاہل رہنا مسائلِ شرع کے عرف سے جاہل رہنا ہے ہمارے معاشرے کے عرف میں آج لوگوں کا اپنی بہن، بیٹی کو فتنوں کے مواقع میں بھیجنے کا ایک عذر ہے اگر ہم اپنی بہن، بیٹی کو پڑھائیں گے نہیں تو اس کی شادی میں دشواری پیدا ہوگی اگرچہ فی الواقع ایسا نہ ہوتا ہو اور حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسی سوچ وفکر سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں اور اس گنگا میں پورا ایک جہان بہہ رہا ہے۔ تو ان کے ذہنوں کو کون بدلے گا اور ایسی ڈوبتی ہوئی عوام کو بدقماش اور بے حیاء لوگوں کے ہتھے چڑھے رہنے دینا سمجھ داری نہیں ہے۔ آج تغیر زمان کی وجہ سے مصلحتِ عرف اور شرعی ضرورت کا تقاضا ہے کہ موجودہ عوام کو فتنوں کی لپیٹ سے بچایا جائے اور عورتوں کے لیے مساجد کے حجرے کھول دیے جائیں۔ مدارس للبنات اور اس کے علاوہ دیگر مجالسِ ذکر و وعظ قائم کیے جائیں تا کہ اس فتنے کا خاتمہ ہو سکے۔

سو عورتوں کو شرائط پردہ کے ساتھ ان مجامع خیر میں آنے کو جائز سمجھا جائے گذشتہ ذخیرۂ احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مصلحتِ عرف کے اس تقاضا کو شرئط پردہ کے ساتھ پورا کرنا خلاف شرع نہیں ہے۔ سو جب یہ عرف خلاف شرع نہ ہو بلکہ مصلحتِ عرف کے مطابق ضرورتِ شرعی کا تقاضا ہے کہ آج اس پیدا شدہ فتنوں ختم کرنے کے مواقع مجالس وعظ و ذکر اور مدارس للبنات کی شکل میں قائم کیے جائیں اور اس صورت میں اگر بالفرض ہماری قول صوری میں مخالفتِ امام لازم آ رہی ہے تو یہ مخالفت ہمیں تقلید سے نہیں نکالے گی کیونکہ ہم امام کے قول ضروری پر قائم ہیں بلکہ یہ صاحبِ مذہب کے منشاء پر عمل ہے جیسا کہ ہم نے اس بات کو تمہیدی کلمات نمبر ۳، نمبر ۵، نمبر ۸ اور نمبر ۹ میں بیان کیا۔ جب ہم مقصد شرع کو سمجھ گئے کہ اس مسئلہ میں وجودِ فتنہ کو ختم کرنا مقصدِ شریعت ہے خواہ یہ مقصد

اعراس میں شرکت کر کے حاصل ہو یہ گھروں میں خود کو چار دیواری کے اندر رکھنے سے ہو الغرض مقصد شریعت رفع فتنہ ہے اسی طرح مدارس للبنات اور حجرات مساجد جہاں مومنہ عورتوں کو تعلیماتِ اسلام سے منور کیا جاتا ہے وہاں جانا آج کی ضرورت ہے جب گاڑیوں جہازوں تک عورت کو لا کر خدمت کے لیے کھڑا کر دیا گیا ہو اس سے بڑھ کر فتنہ کا وجود کیا ہوگا کہ دکانوں پر کپڑے کی خریداری کے وقت عورت کے جسم کے ساتھ کپڑا لگا کر رنگ و ڈیزائن اور سائز چیک کرنے کے بہانے عورت کے جسم کو غیر محرم چھو رہا ہوتا ہے، چنگ چی رکشے سے لے کر بڑی سواری تک مرد اور عورت کے اکٹھا بیٹھنے کو کوئی برا نہیں سمجھا جا رہا ہوتا، بلکہ رکشہ ڈرائیور دین کے طلباء کو دین سکھا رہے ہوتے ہیں: ''اور حضرت جی بیٹھ جاؤ دل صاف ہونا چاہیے۔''

اوباش قسم کے کنڈیکٹروں اور بدقماش قسم کے لڑکوں کا گاڑیوں میں عورتوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے کی کوشش میں رہنا المختصر جب فتنے ثریا ستارے پر محو رقص ہوں تو اس کے خاتمہ کی ذمہ داری ہے یا سکولز و کالجز والوں کو فتویٰ کفر سنا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کرنے کی ناکام سعی کی جائے جو تنظیمات اور ادارے اس فتنے کے خاتمہ کے لیے مدارس للبنات یا مجالس ذکر قائم کرتے ہیں ان کے اس قابل ستائش عمل کی حوصلہ افزائی کی بجائے اپنی کفر کی مشین میں دلائل خوارج کا بارود بھر کر بد زبانی کی توپ میں حرام و کفر کی بمباری کر کے حوصلہ شکنی کرنے والے اپنے ڈھول کی تاب پر ناچنے والے کی مانند ہیں جو خارجیوں کی طرح چند لوگوں کو اپنا گرویدہ سمجھ کر ساری دنیا کو اپنا دیوانہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور اس گرویدگی کی تاب پر شب و روز اپنے کو سراپا حق و صداقت سمجھ رہے ہیں۔ بندہ تو ایسے شخص کے بارے میں اتنا کہہ سکتا ہے علماء اسلام کے خلاف زبان دراز کرنے والا دین اسلام میں عزت نہیں پا سکتا۔ ہم تمہیدی کلمات میں اصول فقہ کا قاعدہ بیان کر آئے ہیں عام مخصوص

البعض کے بعد تخصیص دلیل ظنی سے جائز ہے اور وہ دلیلِ ظنی خبر واحد اور قیاس ہے۔ حکم عام تو یہ تھا کہ عورت سر تا پا عورت ہو، شیطان اسے گھر سے نکلتے وقت جھانکتا ہے اور وہ گھر سے کسی بھی کام کے لیے نہ نکل سکتی ہو۔ لیکن ذخیرۂ احادیث کو پیش نظر رکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ چند امور کا استثناء فقہ حنفی میں موجود ہے۔

چنانچہ ''خلاصۃ الفتاوی'' امام طاہر ابن عبد الرشید بخاری علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''و فی مجموع النوازل یجوز للخروج أن یأذن لها بالخروج الی سبعة مواضع اذا استاذنته زیارة الأبوین و عیادتهما و تعزیتهما أو احد هماو زیارة المحارم فان كانت قابلة أو غسالة أو كان لها علی اٰخر حق أو لأخر علیها حق یخرج بالأذن و بغیر الاذن والحج علیٰ هذا و فیما عدا ذالک من زیارة الأجانب وعیادتهم والولیمة لا یاذن لها ولایخرج ولو اذن و خرجت كانا عاصیین ''، ''مجموع النوازل میں ہے شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو سات مقامات کی طرف جانے کی اجازت دے، جب عورت خاوند سے (1) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی زیارت وملاقات کے لیے اور (2) ان کی عیادت و بیمار پرسی کے لیے اور (3) ان کی تعزیت افسوس کے لیے اور (4) محارم کی ملاقات کے لیے اجازت مانگے اور (5) اگر دایہ ہو یا (6) مردہ کو نہلانے والی ہو یا (7) اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس کے اوپر حق ہو تو اجازت اور بغیر اجازت دونوں طرح نکل سکتی ہے۔ حج بھی اسی حکم میں ہے۔ اس کے علاوہ اجنبیوں کی ملاقات وعیادت اور ان کی دعوت ولیمہ کے لیے شوہر اجازت نہ دے اور اگر اجازت دی اور عورت چلی گئی تو شوہر اور بیوی دونوں گنہگار ہوں گے۔'' (خلاصہ الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الحظر والاباحۃ، جنس اخر فی خروج المرأۃ الخ ج ۲، ص ۵۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان تمام امور کا استثناء فقہاء کرام نے مقصد شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرمایا معلوم ہوا کہ یہ استثناء عورت کیلئے حکم عام میں تخصیص کر رہا ہے۔ چنانچہ فقیہ ابولیث سمرقندی حنفی علیہ الرحمہ نے فتاوٰی نوازل میں فرمایا ہے کہ ''استثناء بمنزلہ تخصیص العام ہے۔'' (فتاوی نوازل ص ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ) جب عام مخصوص البعض ہو جائے تو اس میں دلیل ظنی سے تخصیص جائز ہوتی ہے اب یہاں تخصیص کیا ہوگی۔

ان استثناء شدہ امور میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو اپنی ذات کا لحاظ ہو یا اس پر کوئی حق لازم ہو یا امر مندوب زیارت وملاقات والدین ومحارم ہو تو اس کے لیے نکلنے اجازت فراہم کی جائے گی۔ سو حق واجب ہو یا مندوب ہو نکلنے کی اجازت ہوگی جیسا کہ گذشتہ عمدۃ القاری کے حوالے سے یہ بات گزر چکی اور اگر رفع فتنہ ہو تو اس کے لیے نکلنا تو بطریق اَولی جائز ہوگا خیال رہے کہ عدد استثناء معدود مذکور میں محصور نہیں بلکہ جو ان امور کے ہم معنیٰ وہم حکم ہوں ان غیر مذکور صورتوں کو بھی شامل ہے۔

اسی واسطے صاحب خلاصۃ الفتاوٰی امام طاہر ابن عبد الرشید بخاری علیہ الرحمہ اس آگے یوں رقمطراز ہیں: ''و تمنع من الحمام فان ارادت أن یخرج الی مجلس العلم بغیر رضاء الزوج لیس لها ذالک فان وقعت لها نازلةان سأل الزوج من العالم أو اخبر ها بذلک لا یسعها الخروج و ان امتنع من السوال یسعها الخروج من غیر رضاء الزوج و ان لم یقع لها نازلة لکن ارادت أن یخرج الی مجلس العلم لیتعلم مسئلة من مسائل الوضوء والصلوة ان کان الزوج یحفظ المسائل و یذکر عند ها له أن یمنعها و ان کان لا یحفظ الأولٰی أن یاذن لها أحیاناًو ان لم یاذن فلا شئ علیه ولا یسعها الخروج ما لم یقع لها نازلة فی النوازل''، ''یعنی عورت کو حمام (عورتوں کے نہانے کی جگہ) سے

روکا جائے گا پھر اگر وہ مجلس علم کی طرف خاوند کی اجازت کے بغیر نکلنے کا ارادہ کرتی ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں اور اگر اسے کوئی نیا مسئلہ درپیش آیا ہے تو اگر خاوند عالم سے پوچھ لے یا عورت کو اس کی آ کر خبر دے دیتا ہے تو عورت کے لیے نکلنے کی گنجائش نہیں اور خاوند عالم سے پوچھنے سے رک جاتا ہے نہیں جاتا ہے تو عورت کے لیے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلنے کی گنجائش ہے اور اس عورت کو کوئی نیا مسئلہ درپیش نہیں ہوا لیکن اس کا ارادہ مجلس علم کی طرف نکلنے کا ہے تا کہ وضو اور نماز کے مسائل سے کوئی مسئلہ سیکھ لے اگر خاوند مسائل شرع کو حفظ کرنے کی صلاحیت رکھتا اور آ کر بیوی کو بتا سکتا ہے تو اسے بیوی کو روکنے کا اختیار ہے اور اگر وہ مسائل کو یاد رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اولیٰ یہ ہے کہ اسے کبھی کبھی اجازت دے دے اور اگر اس نے اجازت نہ دی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور عورت کیلئے نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں جب تک کوئی مسائل میں سے کوئی نیا مسئلہ واقع نہ ہو جائے۔''

(خلاصۃ الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر جنس آخر فی خروج المرأۃ من البیت، ج۲،ص۵۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

اس ساری گفتگو سے واضح ہو گیا کہ جہاں فتنہ پیدا ہونے کا خدشہ ہو وہاں عورت کو جانے سے منع کیا جائے گا جس طرح اجنبیوں کی ملاقات اور ان کی دعوت ولیمہ اور جہاں اصلاح اور رفع فتنہ مقصود وہاں جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ اور اگر عورت زیارت قبور کے لیے بھی جائے تو اسمیں بھی ہم اسی علت کو دیکھیں گے کہ وجود فتنہ ہے یا رفع فتنہ ہے تو ان سات امور میں اس کے استثناء کی صراحت نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کہ یہ امر تو خود صحیح حدیث **کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا** الخ سے ثابت ہے۔ جس طرح یہ حکم مردوں کے لیے ثابت ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ثابت ہے ہاں ایسے مقام میں وجود فتنہ کی تعیین اس علاقہ کے ذمہ دار عالم دین فرمائیں گے۔

ان سات استثنائی امور میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر ان کاموں یا ایسے دیگر امور خیر کے لیے نکلتی ہے تو اس پر پردہ اور خوشبو سے پرہیز کرنا لازم ہے یعنی زیب و زینت کا اظہار نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ بغیر پردہ کے اس عورت کو دیکھا نہ جاتا ہو اور فینسی برقعہ ڈال کر پردہ کر کے نکلے تو لوگ اسے دیکھتے ہوں جب عورت اپنی زیب و زینت ظاہر کر کے نکلے اور غیر محارم کی نگاہوں میں آجائے تو یہ اس حدیث مبارک کی وعید میں آجائے گی جس میں ہے کہ عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔ جب عورت گھر سے پردہ کر کے نکلے اور فساق و فجار قسم کے کنڈیکٹر اس باپردہ عورت کے حواشی کا مطالعہ شروع کر دیں اتارنے چڑھانے اور کرایہ اکٹھا کرنے کے بہانے عورت کے جسم کو چھوئیں تو اس میں عورت اگر رش والی گاڑی پر بیٹھنے میں مجبور نہیں تو عورت بھی گنہگار ہو گی اور اگر عورت نے اپنا خیال پورا کیا لیکن فاسق اپنا فسق زیر استعمال لے آیا تو عورت گنہگار نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر عورت کے والدین یا بھائی وغیرہ نہیں ہیں یا کما نہیں سکتے اور برادری ہے نہیں یا تعاون نہیں کرتی یا وہ عورت شادی شدہ ہے اور خاوند کمائی نہیں کرتا اور نان ونفقہ کے حقوق ادا نہیں کرتا تو ایسی عورت اپنے لیے بقدر ضرورت، عن الضرورت شرائط پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے باہر نکل سکتی ہے اور کوئی فن سیکھ سکتی ہے اور کام کر سکتی ہے اگر چہ دلِ فساق میں شائبہء میلان ہو کیونکہ رخصت کے بعد ضرر نہیں ہوتا، مثلاً شکار اور حفاظت کے لیے کتا رکھنا جائز ہے اور اس کو رکھنے کی شرائط کے مطابق رکھا گیا ہو تو اب رخصت کا مطلب یہ ہو گا کہ اب رکھنے والا شخص گناہگار نہیں ہو گا اور رحمت کے فرشتے کی آمد بھی معطل نہیں ہو گی، اسی طرح حالت مخمصہ میں شراب اور خنزیر کھانے والا گنہگار نہیں ہو گا کیونکہ رخصت کے بعد ضرر نہیں ہوتا۔

اب مدارس للبنات، سکولز، کالجز کے مقابلہ میں ڈگریاں بھی دے رہے ہیں تا کہ بیٹی

بہن کی شادی سے بیاہ والا معاشرتی عذر بھی ختم ہو جائے اور یہ بات پیش نظر رہے کہ مدارس للبنات ومجالس خیر آج ان میں جلب مصالح (حصول مصلحت) نہیں بلکہ درء المفاسد والفتن (فتنوں اور خرابیوں کو دور کرنا) ہے اور یہ ضابطہ مسلم ہے **درء المفاسد أجلب من المصالح** (خرابیوں کے اسباب دور کرنا خوبیوں کے اسباب حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے) اور یقیناً درء المفاسد خود بہت بڑی مصلحت ہے۔ مسلمان بیٹیوں، بہنوں کو دینی درسگاہ میں پڑھایا جائے جہاں انہیں ڈگری ملنے سے معاشرتی عذر بھی ختم ہو اور تعلیم دین کا حصول بھی ہو، تاہم عورت کا عورتوں کے علاج معالجہ اور ان کو تعلیم دینے کے لیے باپردہ ماحول اور دینی جذبے سے پڑھنا اسلامی تعلیم کا ہی حصول ہے کوئی علم مغربی نہیں جو علم بھی اسلام کی سر بلندی کے لیے پڑھا جائے وہ اسلامی ہے اور جو اسلامی اور دینی جذبے سے پڑھے گا علم دین کی فضیلت سے مستفیض ہوگا۔

اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مسائل کا دارومدار علت پر ہوتا ہے کثرت پر حکم لگانے کے اعتبار سے نہیں ہوتا کیونکہ خود حکم کا تعلق وجود علت کے بعد مفہوم ہوتا ہے **الأمور بمقاصدها** کے اعتبار سے وجود فتنہ کے خاتمہ کے لیے ہر ایسا اقدام جو دائرہ شریعت سے متصادم نہ ہو اس کا لحاظ ضروری ہے۔ فتنوں کے وجود کا کوئی ذی شعور انکار نہیں نہیں کرسکتا لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنا کونسی سمجھ داری ہے مسئلہ کا حل غیر مسلم قوتوں کو دیکھ کر ذمہ دار مفتیان کرام کے مناصب سے ہے فتنوں کو اپنے پیچھے لگانے کی بجائے ان کا رخ موڑ دیا جائے انگور سے شیرہ تو نکل رہا ہے اسے خمر وشراب بننے سے بچایا جائے بیشک اس میں مصلحت عرف بھی ہے اور مصلحت شرع بھی۔ آج اسلام کا لیبل لگائے بعض دیگر مسالک کی عورتیں تبلیغ کے نام پر مسلمانوں کی عورتوں کو پروردۂ آغوشِ یہود ونصاریٰ افراد کی تعلیمات سے ان کے ایمان سے کھیل جاتی ہیں، یاران اسلام آپ آخر کب تک خواب غفلت کے

خراٹے لیتے رہیں گے فتنے ہماری سروں پر آچڑے ہیں۔سوان امور خیر میں اب بڑھ چڑھ کر حصہ ڈالا جائے اس میں خلوص کے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ جتنا ہو سکے تعاون کیا جائے۔

یہاں ایک اشکال کا رفع کرنا ضروری ہے۔اشکال یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایتِ ممانعت آپ کی رائے ہے جبکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کوئی اپنی گھر والی کو مسجد میں آنے سے بالکل نہ روکے تو حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیٹے (بلال) نے کہا میں تو انہیں ضرور روکوں گا حضرت عبداللہ ابن عمر نے ارشاد فرمایا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو یہ کہتا ہے راوی حضرت مجاہد کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فوت ہونے تک اپنے بیٹے سے کلام نہیں کیا۔'' (مشکواۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجماعۃ، ص ۹۷ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور)

اب ام المؤمنین کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ ھجری کو ہوا ہے جبکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۷۳ ھجری کو ہوا۔

(اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۰۵، ۶۱۲ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور)

تو کیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جناب ام المؤمنین کی رائے کو اس قدر مضبوط نہ سمجھتے تھے کہ آخری دم تک عورتوں کے مساجد آنے کی حدیث پر قائم رہے حتیٰ کہ آپ کے بیٹے نے مخالفت کی تو اسے بھی بلانا چھوڑ دیا سوامیر المومنین کی رائے کو اب حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے مقابلہ میں کسی بھی اعتبار سے کیوں تسلیم کیا جاتا ہے؟ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اصل اعتبار علت فتنہ کا ہے جس طرح گذشتہ حدیث سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خروج نساء کا جواز معلوم ہوتا ہے اسی طرح ام المؤمنین

کی وہ روایت میں جس میں عورتوں کے چادر میں لپیٹ کر فجر کے وقت آنے کا ذکر ہے سے جواز معلوم ہوتا ہے۔لیکن اصل معیار وجودِ فتنہ کا ہے۔انہی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ طریقہ بھی ثابت ہے کہ آپ جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالتے۔(عمدۃ القاری باب خروج النساء الی المساجد ج ۶، ۲۲۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے واضح ہوا کہ اعتبار وجود فتنہ کا ہے اگر نکلنے سے پیدا ہو تو روکا جائے ورنہ آنے دیا جائے اور آج اس پر فتن دور میں جہاں ہر شعبہ میں تقریباً عورت موجود ہے بازاروں میں اس قدر کثیر تعداد میں ہوتی ہیں کہ مردوں کے بارے کہتی پھرتی ہیں: ''بھلا مردوں کا کیا کام کہ بازاروں میں آئیں۔'' سو آج وجود فتنہ کے خاتمہ کے لیے مجالس وعظ وذکر جس سے اس فتنہ کا واقعتہً خاتمہ ہو قائم کرنے کی ضرورت شرع کے لحاظ سے ضروری ہیں۔بس اعتبار پردہ کا ہے۔اسی واسطے مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔''یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عورتوں کو وعظ سنانا جائز ہے بشرطیکہ غیر محرم عورتیں پردہ میں رہیں۔''
(مرأۃ المناجیح کتاب الجنائز، البکاء علی المیت، ج ۲، ص ۴۸۷ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

پھر دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔''چھٹے یہ کہ عورت بھی مجاورہ ہو سکتی ہے مگر باپردہ اور حیا کے ساتھ۔''
(مرأۃ المناجیح کتاب الجنائز، البکاء علی المیت، ج ۲، ص ۴۹۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

اسی طرح دیگر احادیث کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ممانعت والی حدیث علتِ فتنہ کے ساتھ معلول ہے اور عدم ممانعت، عدم علت کے ساتھ ہے اسی بات کی طرف ہم نے تمہید نمبر ۴ میں اشارہ کیا کہ مختلف روایات میں جمع وتطبیق ممکن ہو تو علامہ ابن الصلاح اور علامہ بدر الدین عینی علیہما الرحمہ کی وضاحت کے مطابق ان میں تطبیق اولیٰ اور واجب ہے۔

سو خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نمازوں کی ادائیگی عورت کے لیے گھر میں کرنا افضل ہے اور

نمازِ عید چونکہ عورت پر لازم نہیں اور اسمیں بغیر پردہ یا شرائط پردہ کے بغیر نکلنا ناجائز ہے البتہ پردہ وشرائط پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے نمازِ تراویح و جمعہ ودیگر نمازوں اور مجالس ذکر و وعظ و مدارس للبنات کے لیے نکلنا آج کے دور میں بلا کراہت جائز ہے اس میں کسی قسم کی شرعی قباحت نہیں۔ خوشبو، خوبصورت لباس، اور زیب وزینت کو ظاہر کرتے ہوئے نہ آئے اور نہ ہی خفیہ آشناؤں کے لیے نکلے۔ ہوسکتا ہماری اس گفتگو سے خارجی دلائل کا حامل محض عمل سے لوگوں کو کافر بنانے والا اور علم حدیث سے جاہل شخص اعتراض کردے کہ مدارس للبنات کے قیام کا جواز درست نہیں کیونکہ مستدرک للحاکم کی روایت ہے کہ ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ اٰلہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو بالا خانوں پر نہ ٹھراؤ اور نہ ان کو کتابت سکھاؤ اور ان کو سورۂ نور سکھاؤ۔''

(مستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۳۹۶ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

اور امام حاکم نے اس کی سند کے بارے میں لکھا ہے **هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه** اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری ومسلم نے اسے نقل نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ مستدرک للحاکم کی حدیث کی صحت کا محدثین نے اصول وضابطہ بیان کیا ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تدریب الراوی میں فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حاکم کی مستدرک کانٹ چھانٹ نہ ہونے کی وجہ سے تساہل اور قابل اصلاح ہے اسی واسطے حافظ شمس الدین ذہبی نے ''تلخیص مستدرک'' رقم فرمائی اور اس میں آپ کا انداز یہ ہے کہ موضوع رویات اور منکر وواہی روایات کے تعاقب کو اپنی ذمہ داری میں سے سمجھا ہے۔

(تدریب الراوی، الجزء الاول، ص ۱۴۳ ویلیہ المختصر الحاوی لطارق عوض اللہ مطبوعہ دار العاصمہ للنشر والتوزیع الریاض)

اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ ''بستان المحدثین'' میں رقمطراز ہیں:

''امام ذہبی نے فرمایا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح حدیث پر کوئی دھوکا نہ کھائے جب تک اس میں میری تعقبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کرلے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مستدرک للحاکم میں بہت سی احادیث شرط صحت پر موجود نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک عیب زدہ ہوگئی۔'' (بستان المحدثین ص ۷۰ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اسی طرح امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ ''فتاوی رضویہ'' میں رقمطراز ہیں: ''ثامناً شاہ صاحب اس کلامِ امام ذہبی کو نقل کر کے فرماتے ہیں ولہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی۔ (اسی لیے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ مستدرک للحاکم پر تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔) (فتاوی رضویہ، ج ۵، ص ۵۴۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اب علم حدیث کے اس اصول کے مطابق ہم دیکھتے ہیں علامہ شمس الدین ذہبی کیا لکھتے ہیں چنانچہ امام ذہبی تلخیص ذہبی میں رقمطراز ہیں۔ ''قلت بل موضوع و افته عبد الوھاب قال ابو حاتم كذاب''، ''یعنی میں کہتا ہوں کہ (یہ حدیث صحیح الاسناد نہیں) بلکہ موضوع اور من گھڑت ہے اور اس کا سبب عبدالوہاب بن ضحاک ہے امام حاتم نے اس کے بارے میں کہا ہے کذّاب ہے اور بہت جھوٹا راوی ہے۔
(تلخیص المستدرک، ج ۲، ص ۳۹۶ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

یعنی مستدرک للحاکم کی اس حدیث کا ایک راوی عبدالوہاب بن ضحاک ہے، اور یہ کذاب ہے اس راوی کے بارے میں تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ''امام ابوداؤد نے کہا میں نے اس راوی کو دیکھا یہ حدیثیں گھڑتا تھا، امام نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے متروک ہے امام عقیل، دارقطنی و بیہقی نے کہا یہ متروک ہے حافظ صالح بن محمد نے کہا یہ منکر الحدیث ہے اور اس کی حدیثیں جھوٹی ہیں۔ محمد بن عوف نے کہا

اس نے بکثرت احادیث موضوعہ بیان کی ہیں اسماعیل بن عیاش نے کہا عبدالوہاب بن ضحاک کی احادیث باطل ہیں امام ابن حبان نے فرمایا اس سے استدلال جائز نہیں حاکم اور ابونعیم نے کہا اس نے احادیث موضوعہ روایت کی ہیں۔''

(تہذیب التہذیب، ج ٦، ص ۴۴۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند)

خیال رہے امام حاکم جو اس حدیث کو صحیح الاسناد لکھ رہے ہیں یہ ان کا تسامح ہے کیونکہ ابھی گزرا کہ عبدالوہاب بن ضحاک کے بارے میں امام حاکم اور ابونعیم نے فرمایا اس نے احادیث موضوعہ روایت کی ہیں۔ اسی طرح امام حاکم کی تصحیح پر ان کے شاگرد امام بیہقی تسامح کا شکار ہو گئے اسی طرح فتاویٰ حدیثیہ میں ابن حجر ہیتمی ان کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے کتابت نسوں کے لیے کراھۃ تنزیہی کا حکم لگایا ہے۔ ظاہر کہ یہ بھی تسامح سے خالی نہیں۔ حالانکہ ابھی علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ کے حولے سے امام بیہقی کا عبدالوہاب بن ضحاک کے بارے میں حکم متروک گزرا۔ پھر اللآلی المصنوعہ میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کے بارے میں تفصیلی کلام فرما کر اس کے ناقبل استدلال ہونے کا حکم فرمایا۔

(اللآلی المصنوعہ ص ۴۰۷، ۴۰٦ مطبوعہ مطبعہ علوی لکھنو)

سو محدثین کے اصول اور وضاحت کے مطابق یہ حدیث قابل استدلال ہی نہیں چہ جائیکہ اس سے مسلمانوں کی بچیوں پر حرام نکلنے کا فتویٰ لگایا جائے۔ جبکہ مسلمانوں کی بچیوں کے لیے لکھنے پڑھنے کا ثبوت قرآن وحدیث اور مذاہب اربعہ میں ہے۔ گذشتہ بحث سے یہ ثابت ہو چکا کہ عورت کیلئے اپنی ذات اور محارم سے ملاقات کے لیے نکلنا جائز اور مستثنیٰ امور میں سے ہے۔ اب اگر محارم کے ساتھ لین دین اور خرید وفروخت ہو اور یہ سفر میں ہوں اب معاملہ قرض کی صورت میں لکھنے کا تقاضا کرتا ہے اور اس لکھنے میں مرد وعورت دونوں یکساں ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: یا ایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی

أجل مسمى فاكتبوه (بقرہ:۲۸۲) اے ایمان والو جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لو۔

جس طرح ہم أقيموا الصلوٰة واٰتوا الزكوٰة کے ایسے دیگر احکام میں مردوں کو خطاب ہونے کے باوجود عورتوں کو شامل کرتے ہیں اسی طرح یہاں حکم کتابت میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو شامل مانا جائے گا۔ اسی آیہ کریمہ میں ہے ولا يأب كاتب أن يكتب كما علمه الله فليكتب (بقرہ:۲۸۲) لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے لکھنا سکھایا سو چاہیے کہ وہ لکھ دے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیسے سکھایا اور علم کا رواج کیسے پھیلایا قرآن مجید کی پہلی اترنے والی پانچ آیات میں اس کی وضاحت ہے اقرأ باسم ربك الذى خلق ٥ خلق الانسان من علق ٥ اقرأ و ربك الاكرام ٥ الذى علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم يعلم ٥ (علق-۵) اپنے اس رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھیے آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے ''قلم'' سے (انسان کو) لکھنا سکھایا انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ سو معلوم ہوا جنس انسان جس میں نوع مرد اور نوع عورت داخل ہیں کو سکھانے کا ذریعہ قلم کے ساتھ ہے لہذا کتابت بالقلم یا اس کے حکم میں سیکھنے کے جو ذرائع ہیں وہ فی نفسہٖ جائز ہیں اگر ان سے ناجائز تعلقات قائم کیے جائیں تو وہ مردوں کے لیے بھی حرام ہوں گے اور عورتوں کے لیے بھی۔

سو فی نفسہٖ جائز ہونا اور بات ہے اور دیگر قرائن و ذرائع سے ناجائز ہونا اور بات حرام لذاتہٖ اور حرام لغیرہٖ کا فرق پیش نظر رہے۔ عورت کا خود کو سنوارنا، آراستہ و پیراستہ کرنا برا نہیں بلکہ یہ زینت اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور نامحرم کے سامنے پیش کرنا جائز نہیں پردہ کرنا، برقعہ پہننا ایک اچھا عمل ہے لیکن اس پردہ کو اوڑھ کر برائی کے اڈے پر جانا حرام ہے

۔موبائل فون اور دیگر رابطے کے ذرائع فی نفسہٖ جائز ہیں لیکن انہیں ناجائز رابطے اور غلط امور میں استعمال کرنا جائز نہیں سو یہ بات کہنا کہ اگر عورت کو لکھنا سکھا دیا گیا اور قلم اس کے ہاتھ میں تھما دی تو اس سے وہ ناجائز رابطے قائم کرے گی تو گزارش ہے کہ یہ کام فی نفسہٖ برا تو نہیں ہے برا تو اس کے بعد غلط طریقہ ہے اگر غلط تعلقات کا خدشہ ہے تو جائز امر کا بھی احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ محدثہ، فقیہہ یا قرآن کی کاتبہ ہو جائے سو جو شئی کسی احتمال پر ہو اس کو احتمال پر ہی رکھا جاتا ہے یقین کا درجہ اسے حاصل نہیں ہوتا ان الظن لا یغنی من الحق شیأ اور ما ثبت بالیقین لا یزول بالشک ایسے اصول سے یہی واضح ہے کہ گمان یقین سے بے نیازی نہیں دے سکتا اور جو یقین سے ثابت ہو جائے شک واحتمال سے زائل نہیں ہوتا۔ اور نصوص شرعیہ سے عورت کے لیے تعلیم وتعلم اور کتابت کا جواز ثابت ہے۔ اب اختصاراً اس بارے احادیث ملاحظہ ہوں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی عیہ والہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کے لیے دو اجر ہیں اہل کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لایا محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم پر ایمان لایا۔ وہ غلام جو اللہ تعالی کا حق ادا کرے اور اپنے مالک کا حق ادا کرے اور وہ شخص جس کے پاس لونڈی ہو جس سے وہ قربت اختیار کرتا ہو وہ اس کو اچھے طریقے سے ادب سکھائے اور اچھے طریقے سے تعلیم دے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس شخص کے لیے دو اجر ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ، ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث پر حاشیہ میں علامہ احمد علی سہارنپوری علیہ الرحمہ فتح الباری کے حوالہ سے حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''فی الأمة بالنص و فی الاھل بالقیاس اذالاعتناء بالأھل الحرائر فی تعلیم فرائض

الله وسنن رسوله آكد من الاعتناء بالاماء انتهى ''، ''یعنی لونڈی کے بارے میں تو نص سے ثابت ہو گیا کہ اسے تعلیم دی جائے اور گھر والی کو تعلیم دینا بطور قیاس ثابت ہے کیونکہ آزاد بیویوں کو اللہ تعالیٰ کے فرائض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں سکھانے میں لونڈیوں سے زیادہ توجہ ہوتی ہے۔

(حاشیۃ البخاری، ج ا،ص ۲۰ حاشیہ نمبر ۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث شریف کے تحت علامہ بدالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔ ان التأديب والتعليم يوجبان الأجر في الأجنبي والأولاد و جميع الناس فلم يكن مختصا بالاماء فلم يبق الاعتبار الا في الجهتين و هما العتق والتزوج فان قلت اذا كان المعتبر امرين فما فائدة ذكر الامرين الاخرين قلت لان التاديب والتعليم اكمل للأجر اذا تزوج المرأة المودبة المعلمة اكثر بركة وأقرب الى أن تعين زوجها على دينه ''، '' یعنی ادب سکھانا اور تعلیم دینا دونوں ہی اجر کو ثابت کرنے والے امور ہیں خواہ یہ سکھانا اور تعلیم دینا اجنبی کو ہو اولاد کو ہو یا تمام لوگوں کو ہو۔ لہذا یہ حکم لونڈیوں کے ساتھ خاص نہیں اب پیچھے اجر میں اضافہ دو ہی کاموں میں بچتا ہے۔ ایک لونڈی کو آزاد کرنا دوسرا اس سے شادی کرنا، اگر سوال وارد کیا جائے کہ اگر اجر میں اضافہ کا سبب یہی دو امر تھے تو حدیث مبارک میں لونڈی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کا ذکر کیوں ہوا؟ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں لونڈی کو ادب سکھانا اور تعلیم دینا اجر کو کامل کرتا ہے کیونکہ جو عورت ادب سے مزین ہو اور تعلیم یافتہ ہو اس شادی کرنا زیادہ برکت کو ثابت کرتا ہے اور کے دین میں اس کی مدد کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری ج ۲ ص ۹۷ امطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

اب یہ نہ کوئی سمجھے کہ یہ حکم اپنی لونڈی یا بیوی کے لیے ہے دیگر کسی عورت کے لیے نہیں کہ بیوی لونڈی کے ساتھ تو صحبت جائز ہوتی ہے اور یہ سیکھنا سکھانا اس سے بہت کم ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے من کانت له ابنته فادبها وأحسن ادبها و علمها فاحسن تعلیمها کانت له منعة و سترا من النار ''، یعنی جس شخص کی بیٹی ہو اور اس نے اس کو اچھا ادب سکھایا اچھی تعلیم دی تو بیٹی اس باپ کیلئے دوزخ کی آگ سے رکاوٹ اور پردہ بن جائے گی۔

(کنز العمال، ج ۱۶، ص ۴۵۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ایک بات یہاں سمجھا نہایت ضروری ہے کہ تعلیم سے مراد یہاں تعلیم دین ہے ورنہ بدری قیدیوں کے سکھانے والی روایت سے کفار کی تعلیم سیکھنے کا استدلال غلط ہے کیونکہ مسند احمد کی روایت کے مطابق اس حدیث کے الفاظ ہیں فجعل النبی صلی الله علیه وسلم فدائهم ان یعلموا اولاد الأنصار الکتابة یعنی نبی علیہ الصلوۃ السلام نے ان قیدیوں کا فدیہ یہ بنایا کہ وہ اولاد انصار کو کتابت سکھا دیں'' اور کتابت صرف لکھنے کو کہتے ہیں مطلقاً تعلیم لینے کا ثبوت کسی بھی روایت سے ثابت نہیں بلکہ ابن سیرین رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔ فانظروا عمن تاخذون دینکم غور کرلو کہ تم اپنا دین کس سے لے رہے ہو۔

(مشکوۃ شریف کتاب العلم ص ۳۷ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ اردو بازار گوجرانوالا)

لہٰذا افراط و تفریط سے بالاتر ہو کر یہ مفہوم نکلا کہ کتابتِ محضہ مطلق تعلیم کو شامل نہیں ہے سو مسلمان بیٹے ، بیٹیوں کیلئے لکھنا پڑھنا سیکھنا سکھانا جائز ہے اگر عورت کیلئے شرائط پردہ ہو اور تعلیم اسلام کے مخالف نہ ہو۔ اب ملاحظہ ہو عورت کے لیے لکھنے کی صریح حدیث مبارک، امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت شفاء بنت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں

آپ فرماتی ہیں میرے پاس نبی علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے میں اس وقت جناب حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تھی آپ نے ارشاد فرمایا ألا تعلمین هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة کیا تم اسے پھوڑے کا دم نہیں سکھاؤ گی جس طرح تم نے اسے کتابت کی تعلیم دی۔

(ابوداؤد، ج ۲،ص ۱۸۶ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔اس کے علاوہ اس حدیث کو امام احمد نے مسند احمد (ج ۲ ص ۳۷۲ مطبوعہ مکتب علمی بیروت) میں، امام بیہقی نے سنن کبری (ج ۹ ص ۳۴۹ مطبوعہ نشر السنہ ملتان) میں امام حاکم نے اپنی مستدرک (ج ۴ ص ۵۷، ۵۶ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ) میں روایت کیا۔

امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين یہ حدیث امام بخاری وامام مسلم علیہما الرحمہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اس حدیث پر امام ذہبی نے رد نہیں فرمایا بلکہ تائید فرمائی۔اس حدیث پر مذاہب اربعہ کی تشریحات ملاحظہ ہو۔کشف الغمہ میں علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔و فيه دليل على جواز تعليم النساء الكتابة اس حدیث میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کے جواز کی دلیل ہے۔

(کشف الغمہ ج ۱،ص ۲۶۹ مطبوعہ مطبعہ عامر عثمانیہ)

علامہ ابن قیم حنبلی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: و فى الحديث على جواز تعليم النساء الكتابة اس حدیث میں عورتوں کو کتابت سکھانے کے جواز پر دلیل ہے۔

(زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۶،ص ۳۴،مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں۔ واعلم انه يجوز كتابة القرآن فی الحریر و تحلیته به ويمتنع كتابة العلم والسنة فيه بالسنة للرجل و يتفق على الجواز بالنسبة للنساء ''قرآن مجید کو ریشم میں لکھنا جائز ہے اور اس کو ریشم سے مزین کرنا بھی جائز ہے اور حدیث اور علم کو مردوں کے لیے ریشم پر لکھنا جائز نہیں اور عورتوں کیلئے لکھنے کے جواز پر اتفاق ہے۔

(حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج۱،ص ۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی علیہ الرحمہ اس حدیث مبارک کے تحت فرماتے ہیں: ازیں حدیث معلوم شود کہ تعلیم کتابت مر نساء را مکروہ نیست'' ''اس حدیث پاک سے معلوم ہو گیا کہ عورتوں کو کتابت سکھانا مکروہ نہیں ہے۔

(شرح سفر السعادہ ص ۴۸۱ مطبوعہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ مارکیٹ سکھر)

اس حدیث پاک کے تحت ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ علامہ طیبی کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ''اذا اريد التحضيض و حمل الاستفهام على التقرير فمن اين يفهم انكار الكتابة مع أنه مشبه بتعليم الرقية یعنی جب تحضیض (ابھارنا) اور استفہام کو تقریر پر محمول کرنے کا ارادہ ہے تو کتابت کا انکار کہاں سے سمجھ لیا گیا باوجود کہ اسے تعلیم رقیہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مقتضائے حدیث شریف کے مطابق تو انکار نہیں بنتا۔ امر خارجی اعتبار الگ وجہ ہے۔ فقہ حنفی کا جامع انسائیکلوپیڈیا فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ''و يكره أن يكتب بالقلم المتخذ من الذهب او الفضة أو من دواة كذالک و يستوى فيه الذكر والأنثى كذا فی السراجيه یعنی ''سونے یا چاندی کے بنے ہوئے

قلم یا دوات سے لکھنا مکروہ ہے اور اس حکم میں مرد اور عورت برابر ہیں اسی طرح فتاوٰی سراجیہ میں ہے۔''

(فتاوی عالمگیری، ج ۵، ص ۳۳۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ)

خیال رہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ نصوص فقہاء سے مفہوم مخالف کے ذریعے استدلال کرنا جائز ہوتا ہے۔

(شرح عقود رسم المفتی، ص ۳۴، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اب اس عبارت کا مفہوم یہ بنتا ہے اگر سونے چاندی کی قلم نہ ہو تو مرد وعورت کے لیے اس کا استعمال جائز ہے اگر عورت کیلئے مطلقاً قلم کو لکھنے میں استعمال کرنا ناجائز ہوتا تو عورت کیلئے حکم شرعی اس مقام میں بیان کر دیا جاتا۔ سو اس عبارت سے عورت کے لیے قلم کے ساتھ لکھنا جائز ثابت ہوا۔ اسی طرح کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے۔''و کما لا یجوز للجنب والحائض والنفساء قراۃ القراٰن لایجوز لھم کتابۃ القراٰن لان فیہ مسھم لہ و ھو حرام یعنی جس طرح جنبی مرد اور حیض ونفاس والی عورت کے لیے قرآن کا پڑھنا جائز نہیں اسی طرح ان کے لیے قرآن کا لکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں ان کے لیے قرآن کو چھونا لازم آرہا ہے۔ اور وہ حرام ہے۔

(کبیری شرح منیۃ المصلی ص ۵۵-۵۶ مطبوعہ مذہبی کتب خانہ اردو بازار کراچی)

اس عبارت سے بھی مفہوم مخالف کے لحاظ سے مفہوم نکلا کہ حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے قرآن لکھنا جائز نہیں البتہ پاک عورت کے لیے لکھنا جائز ہے۔ اس عبارت سے بھی عورت کے لکھنے کا جواز فراہم ہوا۔ ھدایہ شریف میں ہے کہ اگر نابالغہ بچی کا نکاح ہو جاتا ہے اب لڑکی جب بالغہ ہوئی تو دو صورتیں ہیں اسے صغر سنی میں ہونے والا نکاح کا علم ہے یا نہیں اگر اسے علم نہیں بلکہ اس کے ولی نے نکاح کروا دیا تھا تو اب اس لڑکی کے لیے

اختیار ہوگا خواہ اس لڑکے کو قبول کرے یا نہ کرے اور اگر اسے نکاح کا علم ہے لیکن اس مسئلہ کا علم نہیں ہے کہ نابالغہ لڑکی کا جب نکاح کروا دیا جائے تو بالغہ ہونے کے فوراً بعد اسے اختیار حاصل ہوتا ہے چاہے اپنے ہونے والے خاوند کو قبول کرے یا نہ کرے پہلی صورت میں علم نہ ہوا تو اختیار تھا اس دوسری صورت میں اگر اسے مسئلہ کا علم نہیں تو اس کو اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ **لانها تتفرغ لمعرفة أحكام الشرع والدار دار العلم فلم تعذر بالجهل** یعنی یہ اس لیے ہے کہ آزاد عورت احکام شرعیہ کو جاننے کے لیے فارغ ہے اور اس کا رہنا بھی دار العلم میں ہے، لہٰذا اس کا مسئلہ سے جاہل ہونے والا عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

اس پر علامہ عبد الحی لکھنوی علیہ الرحمہ نے ملا عبد الغفور محشی ھدایہ کے حوالہ سے لکھا، **لمعرفة احكام الشرع امامن الولى أومن غيره حتى يجوز لها أن تخرج من البيت و تتعلم** یعنی احکام شرع کی معرفت کے لیے فارغ ہے یا تو ولی سے سیکھ لے یا ولی کے غیر سے سیکھ لے یہاں تک کہ اس کے لیے گھر سے نکلنا اور علم دین سیکھنا جائز ہے۔

(ھدایہ، کتاب النکاح، ج ۲، ص ۲۹۷، حاشیہ نمبر ۱۴، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اسی طرح کئی ایک عبارات سے ایسا مفہوم نکلتا ہے جس سے عورت کی کتابت کا جواز ثابت ہوتا ہے بس علت وہی ہے اگر وجود فتنہ ہو تو ناجائز اور اگر یہ علتِ حرام مفقود ہو تو جائز ہے۔ اس کتابت کے جواز پر مفتی نور اللہ بصیر پوری علیہ الرحمہ نے فتاوی نوریہ جلد نمبر ۳ میں کتابت تعلیم نسواں پر مستقل رسالہ رقم فرمایا۔ فخر السادات سید محمود احمد رضوی علیہ الرحمہ شارح بخاری نے مذاکرہ علمی نامی رسالہ حصہ سوم مطبوعہ ناشر مکتبہ رضون لاہور صفحہ نمبر ۷ سے نمبر ۱۴ تک اس کے جواز میں مشاہیر علماء امام المحدثین قطب الاقطاب حضرت محمد ارشاد حسین مجددی رامپوری قدس سرہ العزیز، حضرت جامع

المعقل والمنقول مولانا محمد لطیف اللہ صاحب قادری بریلوی صدر المدرسین جامع علی گڑھ، علامہ ہدایت اللہ العمری اور قاضی شریف عبد اللطیف بن شرف قاضی شہر بمبئی کے فتاوٰی نقل فرمانے کے بعد ناجائز کہنے والوں کا خوب رد فرمایا۔ صورت مسئولہ کا جواب واضح ہو گیا کہ عورتوں کے لیے اب مجالس وعظ و ذکر میں باپردہ ہو کر خوشبو لگائے بغیر جانا ضرورت شرعی کے مطابق جائز ہے اور مسلمانوں کی بیٹیوں کیلئے مدارس قائم کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔..........

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح

کتبہ:

ابو محمد (مفتی) محمد ہاشم غفرلہ	(مفتی) ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری
۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ	۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ
بمطابق ۱۱ نومبر ۲۰۱۵ء	بمطابق ۱۱ نومبر ۲۰۱۵ء



مصادر ومراجع

- قرآن مجید
- صحیح بخاری، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
- صحیح مسلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
- ترمذی شریف، مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان
- ابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ کراچی
- ابوداؤد، مطبوعہ حقانیہ ملتان
- مستدرک للحاکم، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
- مسند احمد، مکتبہ علمی بیروت
- کنز العمال، مؤسسہ الرسالہ بیروت
- تلخیص المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
- عمدۃ القاری، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
- مرقاۃ المفاتیح، مکتبہ حقانیہ پشاور
- مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، مکتبہ اسلامیہ اُردو بازار لاہور
- اللالی، المصنوعہ مکتبہ علوی لکھنو
- کشف الغمہ مکتبہ عامر عثمانیہ

- زادالمعاد علی ہامش الزرقانی، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- تدریب الراوی، مطبوعہ دار العاصمہ للنشر والتوزیع، الریاض
- بستان المحدثین، میر محمد کتب خانہ کراچی
- حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- شرح سفر السعادہ، مطبوعہ نوریہ رضویہ مارکیٹ سکھر
- الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح، مکتبہ الرشید، الریاض
- فتاویٰ نوازل، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ
- خلاصۃ الفتاویٰ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
- البنایہ فی شرح الہدایہ، مکتبہ حقانیہ ملتان
- کبیری شرح منیۃ المصلی کتب خانہ اُردو بازار کراچی
- فتاویٰ عالمگیری، مکتبہ ماجدیہ عیدگاہ طوغی روڈ کوئٹہ
- شرح عقود رسم المفتی قدیمی کتب خانہ کراچی
- توضیح تلویح، میر محمد کتب خانہ کراچی
- معدن الاصول، مکتبہ حبیبیہ پشاور
- فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کلماتِ دعائیہ

آخر میں بندہ اپنے والدین، اساتذہ ومشائخ کے لیے دعا گو ہے کہ
اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور خاتمہ بالایمان کی دولت عطا فرمائے۔

خصوصاً میرے پیارے ماموں جان

استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ

صاحبزادہ **میاں خلیل احمد مرتضائی** حفظہ اللہ تعالیٰ

(صدر مدرس ومہتمم جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف ضلع شیخوپورہ)

کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے

اور

اُن کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

طالب دعا

ابو الحسن محمد

الشہیر

ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الہادی

قابلِ مطالعہ کتابیں











